بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دینی امور پر اجرت لینا

افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

دینی امور مثلاً قرآن پڑھانا، امامت کرنا، اذان دینا، مسجد کا خادم ہونا، خطابت کرنا، قرآن و سنت کی تعلیم کرنا، فتویٰ دینا، امورِ خلافت کی باگ ڈو سنبھالنا، نکاح پڑھانا پر اجرت اور تنخواہ لے کر ان امور کو سر انجام دینا جائز ہے۔

دلائل اھل السنۃ الجماعۃ

قرآن مجید

دلیل نمبر 1:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ.

(سورۃ التوبۃ:60)

ترجمہ: صدقات تو در اصل حق ہے فقیروں کا، مسکینوں کا، اور ان اہلکاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں، اور ان کا جن کی دلداری مقصود ہوتی ہے۔ نیز غلاموں کو آزاد کرنے میں اور قرض داروں کے قرضے ادا کرنے میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں کی مد میں خرچ کیا جائے۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک مصرف "وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا" یعنی زکوۃ وصول کرنے والے کارکن۔ زکوٰۃ وصول کرنا ایک دینی کام ہے اور اس دینی کام پر تنخواہ لینے کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔

اس آیت درج ذیل تفاسیر ملاحظہ فرمائیں۔

- امام ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک بن بطال البکری القرطبی (ت 449ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ودلت هذه الآية على أن لمن شغل بشيء من أعمال المسلمين أخذ الرزق على عمله ذلك كالولاة والقضاة وشبههم.

(شرح صحیح البخاری لابن بطال: ج3 ص557 باب الزکوۃ باب قول اللہ: والعاملین علیھا)

ترجمہ: یہ آیت اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے امور مثلاً حاکیت، عہدہ قضاء اور اس جیسے کاموں میں مشغول ہو تو اس کے لیے اجرت لینا جائز ہے۔

- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی (ت 671ھ) لکھتے ہیں:

ودل قوله تعالى: {وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا} على أن كل ما كان من فروض الكفايات كالساعي والكاتب والقسّام والعاشر وغيرهم فالقائم به يجوز له أخذ الأجرة عليه. ومن ذلك الإمامة، فإن الصلاة وإن كانت متوجّهة على جميع الخلق فإن تقدم بعضهم بهم من فروض الكفايات، فلا جرم يجوز أخذ الأجرة عليها.

(الجامع لاحکام القرآن: ج1 ص1454)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا﴾ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کام فرض کفایہ میں سے ہوں جیسے خراج وصول کرنے والا، کاتب،

صدقے کا مال تقسیم کرنے والا، عشر جمع کرنے والا اور اس طرح کے دوسرے لوگ۔ تو جو حضرات ان امور کو سرانجام دیتے ہیں تو ان کے لیے ان امور پر اجرت لینا جائز ہے۔ انہی امور میں ایک امامت بھی ہے کیونکہ نماز ہر بندے پر فرض ہے لیکن اس کی امامت کرنا یہ فرض کفایہ ہے۔ تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امامت پر اجرت لینا جائز ہے۔

دلیل نمبر 2:

وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ.

(سورۃ النساء:6)

ترجمہ: جو خود مالدار ہو تو وہ اپنے آپ کو (یتیم کا مال کھانے سے) بالکل پاک رکھے۔ ہاں اگر وہ خود محتاج ہو تو معروف طریقِ کار کو ملحوظ رکھتے ہوئے کھالے۔

یتیم بچے کی کفالت و تربیت کرنا اور اس کے مال کی نگرانی کرنا ایک دینی کام ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اس دینی کام پر تنخواہ لینا جائز ہے۔

اس آیت کے تحت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ (ت1396ھ) تحریر فرماتے ہیں:

”آیت کے سابق سے ایک فقہی ضابطہ اور اصول معلوم ہو گیا کہ جو لوگ اوقاف کے نگران ہیں یا مسجد اور مدارس کے منتظم ہیں یا مسلم حکومتوں کے اداروں کے ذمہ دار ہیں یا ایسی ہی دوسری ملکی و ملی خدمات جن کا انجام دینا فرض کفایہ ہے، ان پر مامور ہیں ان حضرات کے لیے بھی اعلیٰ و افضل یہ ہے کہ اگر اپنے پاس اثاثہ ہو اور وہ اپنے بچوں کے ضروری اخراجات پورے کر سکتے ہوں تو ان اداروں سے اور حکومت کے بیت المال سے کچھ بھی نہ لیں لیکن اگر ان کے پاس گزارہ کے لیے مال موجود نہ ہو اور کسب کے اوقات میں ان کاموں میں مشغول رہتے ہوں تو بقدر ضرورت ان اداروں سے مال لے لینے کا اختیار ہے مگر قدر ضرورت کا لفظ پیش نظر رہے گا۔“

(معارف القرآن ج2ص306)

دلیل نمبر 3:

حضرت خضر علیہ السلام نے جب دو یتیم بچوں کی دیوار بنائی تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا تھا:

﴿لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾ (سورۃ الکہف:77)

کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام پر مزدوری لے سکتے تھے۔

یتیم بچوں کی دیوار بنانا یقیناً ایک دینی کام ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے اس دینی کام پر اجرت لینے کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ نبی کبھی وہ کام نہیں کرتا جو ناجائز ہو۔ معلوم ہوا کہ دینی کام پر اجرت لینا جائز ہے۔

حدیث مبارک

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوهُمْ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولَئِكَ فَقَالُوا هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ فَقَالُوا إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا وَلَا نَفْعَلُ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ فَبَرَأَ فَأَتَوْا بِالشَّاءِ فَقَالُوا لَا نَأْخُذُهُ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ فَضَحِكَ وَقَالَ وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ

(صحیح البخاری: کتاب الطب. باب الرقی بفاتحۃ الکتاب)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کرام کا عرب کے کسی قبیلہ پر گزر ہوا۔ ان قبیلہ والوں نے ان صحابہ کرام کی مہمان نوازی نہ کی۔ اسی دوران ان لوگوں کے سردار (کو سانپ یا بچھو کا) ڈنگ لگا۔ بستی والوں نے کہا: کیا تمہارے پاس کوئی دواء یا دم کرنے والا آدمی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی (یعنی کھانا نہیں کھلایا)، اس لیے ہم بھی دم نہیں کریں گے جب تک تم ہمیں کوئی چیز دو گے نہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے بکریوں کا ریوڑ ان حضرات کو دیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم شروع کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ لعاب دہن جمع کر کے زخم پر لگاتے جاتے۔ آخر کار وہ شخص ٹھیک ہو گیا۔ قبیلہ والے بکریوں کا ریوڑ ان حضرات کے سپرد کرنے لگے تو صحابہ کرام کہا: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر نہیں لیں گے۔ پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ علیہ السلام ہنس پڑے۔ فرمایا: تجھے کیسے پتہ چل گیا کہ یہ دم ہے؟ بکریاں لے لو اور میرا بھی حصہ مجھے دو!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

فَكَرِهُوا ذَلِكَ وَقَالُوا أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ.

(صحیح البخاری: کتاب الطب. باب الشرط فی الرقیة بقطیع من الغنم)

ترجمہ: ساتھیوں نے ان بکریوں کے ریوڑ کو لینا ناپسند کیا اور کہا آپ نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! انہوں نے (یعنی ابو سعید خدری نے) اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک جس چیز پر تم اجرت لینے کے زیادہ حق دار ہو، وہ اللہ کی کتاب ہے۔

☆ امام حسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی (ت 510ھ) فرماتے ہیں:

"فی الحدیث دلیل علی جواز أخذ الأجرة علی تعلیم القرآن.

(شرح السنة: ج8 ص268 باب أخذ الأجرة علی تعلیم القرآن والرقیة به)

ترجمہ: تعلیم قرآن پر اجرت کے جواز کی یہ حدیث دلیل ہے۔

☆ علامہ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی (ت 676ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

هذا تصریح بجواز أخذ الأجرة علی الرقیة بالفاتحة والذکر وأنها حلال لا کراهة فیها و کذا الأجرة علی تعلیم القرآن.

(شرح صحیح مسلم: باب جواز اخذ الاجرة علی الرقیة بالقرآن والاذکار)

ترجمہ: اس حدیث میں تصریح ہے کہ فاتحہ وغیرہ کے ذریعہ دم کر کے اس پر اجرت لینا بلا کراہت جائز و حلال ہے اسی طرح تعلیم قرآن پر اجرت لینا بھی درست ہے۔

☆ حافظ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفی (ت 855ھ) فرماتے ہیں:

"إن فیه جواز أخذ الأجرة لقراءة القرآن وللتعلیم أیضا" (عمدة القاری: باب مایعطی فی الرقیة علی احیاء العرب بفاتحة الکتاب)

ترجمہ: قرات قرآن اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کی یہ حدیث دلیل ہے۔

☆ علامہ محمد عبد الرؤف بن تاج العارفین ابن علی مناوی القاہری (ت 1031ھ) اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

"فأخذ الأجرة علی تعلیمه جائز کالاستئجار لقراءته والنهی عنه منسوخ أو مؤوّل"

(التیسیر شرح الجامع الصغیر ج1 ص624، فیض القدیر ج2 ص529)

یعنی یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے اور جن روایات سے ممانعت ثابت ہوتی ہے وہ یا تو منسوخ ہیں یا خاص صورتوں پر محمول ہیں۔

اسلاف امت کا معمول

[1]: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَئُونَةِ أَهْلِي وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ

(صحیح البخاری: ج1 ص278 بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ)

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو فرمایا میری قوم کے لوگ (مسلمان) جانتے ہیں کہ میرا کاروبار میرے اہل و عیال کے اخراجات کے لیے کافی تھا اب میں مسلمانوں کے امور میں مشغول ہو گیا ہوں (اور اس کی وجہ سے اپنا کاروبار جاری نہیں کر سکتا) تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال اس (بیت المال) سے مال سے کھائیں گے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بیت المال کی آمدنی میں اضافہ کرنے اس کی حفاظت کرنے اور اس کو مسلمانوں کی ضروریات و دیگر مصارف میں خرچ کرنے کے ذریعہ مسلمانوں کی خدمت کرے گا۔

[2]: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فعل مبارک یہ تھا:

عَنِ الْوَضِينِ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ: ثَلَاثَةُ مُعَلِّمُونَ كَانُوا بِالْمَدِينَةِ يُعَلِّمُونَ الصِّبْيَانَ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْزُقُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ خَمْسَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا كُلَّ شَهْرٍ

(السنن الکبریٰ للبیہقی" ج6 ص124 باب أَخْذِ الأُجْرَةِ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالرُّقْيَةِ بِهِ)

ترجمہ: وضین بن عطا فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو پڑھاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سب کو پندرہ درہم ماہانہ وظیفہ دیا کرتے تھے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کے اپنے عمل مبارک کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. (صحیح البخاری: ج2 ص1061 کتاب الاحکام بَاب رِزْقِ الْحُكَّامِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا)

ترجمہ: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تنخواہ لیتے تھے۔

اس روایت کے جملہ "وَأَكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا" کی شرح میں علامہ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفی (ت855ھ) لکھتے ہیں:

أَكْلُهُمَا كَانَ فِي أَيَّامِ خِلَافَتِهِمَا لِاشْتِغَالِهِمَا بِأُمُورِ الْمُسْلِمِينَ وَلَهُمَا مِنْ ذٰلِكَ حَقٌّ.

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ج16 ص415)

ترجمہ: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جو تنخواہ لیتے تھے تو اس سے مراد ان کا اپنے ایام خلافت میں تنخواہ لینا ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کے امور میں مشغول رہتے تھے، اس لیے یہ ان کا حق بنتا ہے۔

[3]: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو شَيْبَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَرْزُقُ شُرَيْحاً عَلَى الْقَضَاءِ خَمْسَمِائَةٍ فِي كُلِّ شَهْرٍ.

(اخبار القضاۃ: ج2 ص224 مؤلف کتاب: امام ابو بکر محمد بن خلف بن حیان البغدادی (ت306ھ))

ترجمہ: قاضی عبدالرحمٰن بن ابی الیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قاضی شریح کو عہدہ قضاء کی وجہ سے ماہانہ پانچ سو درہم تنخواہ دیتے تھے۔

[4]: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

وَقَالَتْ عَائِشَةُ يَأْكُلُ الْوَصِيُّ بِقَدْرِ عُمَالَتِهِ. (صحیح البخاری: ج2 ص1061 کتاب الاحکام بَاب رِزْقِ الْحُكَّامِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص میت کا وصی ہو وہ اپنی محنت کے مطابق یتیم کے مال میں سے کھا سکتا ہے۔

کوئی شخص مرتے وقت کسی کو کہہ دے کہ میرے بعد میرے بچوں کے مال کی دیکھ بھال کرنا اور ان پر ٹھیک ٹھیک خرچ کرتے رہنا۔ تو جس کو وصیت کر کے جا رہا ہے وہ اپنی محنت کے بقدر مال لے سکتا ہے۔

[5]: قاضی شُرَیح بن الحارث بن قیس الکِندی الکوفی (ت قبل 80ھ)

وَكَانَ شُرَيْحٌ الْقَاضِي يَأْخُذُ عَلَى الْقَضَاءِ أَجْرًا.

(صحیح البخاری: ج2 ص1061 کتاب الاحکام بَاب رِزْقِ الْحُكَّامِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا)

ترجمہ: قاضی شریح عہدہ قضاء کی تنخواہ لیتے تھے۔

[6]: امام ابو قلابہ عبد اللہ بن زید بصری تابعی (ت 104)

عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا قِلَابَةَ عَنِ الْمُعَلِّمِ يُعَلِّمُ وَيَأْخُذُ أَجْرًا، فَلَمْ يَرَ بِهِ بَأْسًا.

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج20 ص206 باب فی اجر المعلم)

ترجمہ: امام خالد الحذاء کہتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ رحمہ اللہ سے تعلیم دینے والے معلم کی تنخواہ کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

[7]: امام معاویہ بن قرۃ المُزَنی تابعی (ت 113ھ)

عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَأَلْتُ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَجْرِ الْمُعَلِّمِ فَقَالَ: أَرَى لَهُ أَجْرًا.

(مسند ابن الجعد: ص170)

ترجمہ: امام شعبہ بن حجاج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ سے معلم کی تنخواہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: میں اس کو جائز سمجھتا ہوں۔

[8]: امام عطاء بن ابی رَباح مکی تابعی (ت 114ھ)

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَجْرُ الْمُعَلِّمِ عَلَى تَعْلِيمِ الْكِتَابِ أَعَلِمْتَ أَحَدًا كَرِهَهُ؟ قَالَ: لَا!

(المدونۃ الکبریٰ: ج3 ص430 باب فی اجارۃ المعلم)

ترجمہ: ابن جریج مکی کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رَباح سے پوچھا کہ کیا یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ کسی نے قرآن مجید پڑھانے کی تنخواہ کو مکروہ سمجھا ہو؟ آپ نے جواب دیا: میرے علم میں کسی نے بھی اس کو مکروہ نہیں کہا۔

[9]: امام ابو محمد حکم بن عتیبہ الکِندی التابعی (115)

قَالَ شُعْبَةُ: وَسَأَلْتُ الْحَكَمَ، فَقَالَ: لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يَكْرَهُهُ.

(مسند ابن الجعد: ص170)

ترجمہ: امام شعبہ بن حجاج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ سے (معلم کی تنخواہ کے بارے میں) سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: میں

نے کسی سے بھی نہیں سنا کہ کوئی اس کو مکروہ کہتا ہو۔

[10]: امام مالک بن انس المدنی (ت 179ھ)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے شاگرد امام عبد الرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قلت أرأيت إن استأجرتُ رجلا يُعَلِّم لی وُلْدِی القرآنَ يُحَذِّقُهم القرآن بكذا و كذا درهما؟ قال: قال مالك: لا بأس بذلك.

(المدونۃ الکبریٰ: ج 3 ص 430 باب فی اجارۃ المعلم)

ترجمہ: میں نے امام مالک سے پوچھا: مجھے بتائیں کہ اگر میں کسی شخص کو اتنے درہم اجرت دے کر مقرر کروں کہ وہ میرے بچوں کو قرآن کی تعلیم دے اور انہیں قرآن کا ماہر بنادے تو یہ کیسا ہے؟ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: تعلیم قرآن کی اجرت میں کوئی حرج نہیں۔

عقلی دلیل

جو لوگ خدمتِ خلق کا کام کرتے ہیں، خواہ ڈاکٹر ہو انجینئر ہوں، خواہ دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتے ہوں یہ تمام حضرات کہتے ہیں کہ ہم انسانیت کی خدمت کرتے ہیں اور یہ لوگ اس پر اجرت بھی لیتے ہیں۔ کوئی شخص بھی ان کی اجرت نہ لینے کا قائل نہیں۔ انسانیت کی خدمت بھی ایک دینی عمل ہے اور مستحسن کام ہے۔ تو جب اس اچھے عمل پر اجرت لینا جائز ہے تو قرآن پڑھانا اور دین کے کسی شعبے میں خدمت کرنا بھی ایک اچھا عمل ہے، اس لیے ان کی اجرت لینے کی بھی اجازت ہونی چاہیے۔

بعض شبہات کا ازالہ

وہ حضرات جو دین کے کام پر اجرت کے قائل نہیں ہیں اور اس کو بہانہ بنا کر علماء کو بدنام کرتے ہیں ان کے چند ایک شبہات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں!

شبہ نمبر 1:

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيَاتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا الآیۃ. (سورۃ البقرۃ: 41)

ترجمہ: اور میری آیات کو حقیر سی دنیا کے بدلے میں نہ بیچو۔

جواب:

جواب سے پہلے بطور فائدہ ایک بات ملاحظہ فرمالیں:

قرآن کریم کی تفسیر کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرنی چاہیے۔ شیخ مناع خلیل القطان لکھتے ہیں:

أن يبدأ أولًا بتفسير القرآن بالقرآن، فما أُجمل منه فی موضع فإنه قد فُصِّل فی موضع آخر، وما اختُصر منه فی مكان فإنه قد بُسِط فی مكان آخر.

(مباحث فی علوم القرآن: ص 340)

ترجمہ: مفسر کو چاہیے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی تفسیر خود قرآن سے کرے۔ کیونکہ اگر کوئی چیز ایک مقام پر مجمل بیان کی گئی ہے تو وہ دوسری جگہ پر تفصیل سے بیان کی ہوتی ہے۔ جو بات ایک مقام پر اختصار سے بیان ہوئی ہو تو وہ دوسری جگہ واضح کھول کر بیان کی ہوتی ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ سمجھیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ.

(سورۃ البقرۃ:174)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کر لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کے سوا کچھ نہیں بھر رہے۔ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام بھی نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ.

(سورۃ البقرۃ:79)

ترجمہ: تباہی ہے ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں پھر (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعے سے تھوڑی سی آمدنی کمالیں۔ پس تباہی ہے ان لوگوں پر اس تحریر کی وجہ سے بھی جو ان کے ہاتھوں نے لکھی اور تباہی ہے ان پر اس آمدنی کے وجہ سے بھی جو وہ کماتے ہیں۔

قرآن کریم کی ان دو آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی پیسے لے کر غلط مسائل بتاتے یا پیسے لے کر حق کو چھپاتے تھے۔ تو قرآن نے انہیں کہا کہ تم دنیا کا مال لے کر آخرت برباد کرتے ہو اور یہ دنیا آخرت کے مقابلے میں جتنی زیدہ ہو حقیر اور تھوڑی ہے۔ تو تم اس تھوڑے مال پر آخرت جو بڑا مال ہے، کو برباد مت کرو! حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (م1362ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص مجھی سے پورے طور پر ڈرو یعنی میرے احکام کو چھوڑ کر اور ان کو بدل کر اور چھپا کر عوام الناس سے دنیاءِ ذلیل و قلیل کو وصول مت کرو جیسا کہ ان (یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء) کی عادت تھی۔"

(تفسیر بیان القرآن: ج1 ص48)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"﴿وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلہ میں قیمت لینے کی ممانعت کا مطلب وہی ہے جو آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی مرضی اور ان کی اغراض کی خاطر اللہ تعالیٰ کی آیات کا مطلب غلط بتلا کر یا چھپا کر پیسے لئے جائیں۔ یہ فعل باجماع امت حرام ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی آیات صحیح صحیح بتلا کر یا پڑھا کر اس کی اجرت لینا کیسا ہے؟ اس کا تعلق آیت مذکورہ سے نہیں۔

(تفسیر معارف القرآن: ج1 ص207)

باقی اس آیت کا تعلیمِ قرآن کی اجرت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ علامہ محمود آلوسی بغدادی (م1270ھ) اس آیت سے تعلیم قرآن پر اجرت کے ناجائز کہنے والوں کے استدلال کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولا دليل فى الآية على ما ادعاه هذا الذاهب كما لا يخفى والمسألة مبينة فى الفروع.

(روح المعانی: ج1 ص247)

ترجمہ: اس مدعی کے لیے مذکورہ آیت کو دلیل بنانا درست نہیں جیسا کہ یہ بات مخفی نہیں ہے۔ یہ مسئلہ فروعات میں بالکل واضح بیان کر دیا گیا ہے۔

شبہ نمبر2:

قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تبلیغ کا ذکر ہے جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک جملہ یہ بھی ملتا ہے:

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ.

(سورۃ الانعام:109)

ترجمہ: میں تم سے اس دعوت و تبلیغ پر کسی قسم کی کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اس ذات نے اپنے ذمے لے رکھا ہے جو سارے جہان کی پرورش کرتی ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ.

(سورۃ ہود:29)

ترجمہ: اور اے میری قوم! میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر اللہ کے سوا کسی اور کے ذمے نہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي أَفَلَا تَعْقِلُونَ.

(سورۃ ہود:51)

ترجمہ: اور اے میری قوم! میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجرت اس ذات کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟

انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ پر اجرت نہیں مانگی بلکہ جبکہ آج انبیاء کے وارث کہلانے والوں کی جماعت نماز، تعلیم، نکاح پڑھانا سب پر اجرت لے رہی ہے۔

جواب نمبر1:

یہاں دو باتوں میں فرق سمجھیں!

1: ایک ہوتا ہے کسی کام کو سرانجام دے کر اجر کا مستحق ہونا لیکن اجر وصول نہ کرنا۔

2: اور ایک ہوتا ہے کسی کام پر اجرت ہی کا حرام اور ناجائز ہونا۔

دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ آیت مذکورہ سے تو محض یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس تبلیغ پر اجرت کا سوال نہیں کرتے تھے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دینی کام پر اجرت ہی حرام ہے۔

مثال:

کسی علاقے میں ایک بڑا ڈاکٹر ہو وہ علاج کرتا ہو اور فیس نہ لیتا ہو اور اس علاقے میں کوئی چھوٹا ڈاکٹر ہو اور وہ علاج کرنے پر فیس لیتا ہو۔ اب بڑے ڈاکٹر کا علاج کر کے فیس نہ لینا اس بات کی علامت نہیں کہ چھوٹے کے لیے فیس لینا جائز ہی نہیں۔

جواب نمبر2:

اس آیت میں خطاب مخالفین کو ہے کہ نبی اپنے مخالفین سے کہتا ہے کہ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور اس پر تم سے اجرت نہیں لیتا اور علماء مخالفین سے نہیں بلکہ موافقین اور معتقدین سے لیتے ہیں۔ تو دونوں میں بہت فرق ہے۔ اعتراض کرنے والوں کو چاہیے کہ اس پر کوئی روایت پیش کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معتقدین سے کچھ لینے پر انکار فرمایا ہو!

شبہ نمبر 3:

ایک حدیث میں آیا ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ عَلَّمْتُ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ الْكِتَابَ وَالْقُرْآنَ فَأَهْدَى إِلَيَّ رَجُلٌ مِنْهُمْ قَوْسًا فَقُلْتُ لَيْسَتْ بِمَالٍ وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لآتِيَنَّ رَسُولَ اللَّهِ-صلی الله علیه وسلم-فَلأَسْأَلَنَّهُ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَجُلٌ أَهْدَى إِلَيَّ قَوْسًا مِمَّنْ كُنْتُ أُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْقُرْآنَ وَلَيْسَتْ بِمَالٍ وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ. قَالَ «إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا».

(سنن ابی داؤد: باب فی کسب المعلم)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے چند لوگوں کو لکھنا سکھایا اور قرآن پڑھایا تو انہی میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان تحفے میں دی۔ میں نے یہ سوچا کہ یہ مال تو ہے نہیں، میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر چلایا کروں گا۔ میں نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ سے اس کے متعلق پوچھوں گا۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! ایک شخص کو میں نے لکھنا سکھایا اور قرآن پڑھایا تو اس سے مجھے ایک کمان تحفہ میں دی ہے، یہ مال تو ہے نہیں، میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر چلایا کروں گا۔ یہ سن کر آپ صی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر آپ یہ چاہتے ہو کہ آگ کا طوق پہنو تو اس کمان کو لے لو۔"

جواب نمبر 1:

اس روایت کا معنی حضرات محدثین نے یہ بیان فرمایا ہے:

1: امام ابو سلیمان محمد بن محمد الخطابی (م 388ھ) لکھتے ہیں:

وتأولوا حديث عبادة على أنه أمر كان تبرع به ونوى الاحتساب فيه ولم يكن قصده وقت التعليم إلى طلب عوض ونفع فحذره النبي صلى الله عليه وسلم إبطال أجره وتوعده عليه ، وكان سبيل عبادة في هذا سبيل من رد ضالة الرجل أو استخرج له متاعاً قد عرف تبرعاً وحسبة فليس له أن يأخذ عليه عوضاً ولو أنه طلب لذلك أجرة قبل أن يفعله حسبة كان ذلك جائزاً.

(معالم السنن شرح سنن ابی داؤد: ج2 ص173 باب کسب المعلم)

ترجمہ: محدثین نے حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ ایک ایسا کام تھا جس کو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بخوشی یہ کام کیا تھا، اس کے کرنے میں ان کی نیت محض ثواب کی تھی اور بوقتِ تعلیم ان کی نیت اجرت اور نفع لینے کی نہیں کی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجرت لینے سے ڈرایا (یعنی منع فرمایا) اور انہیں خوف دلایا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ اس بارے میں اس شخص کی طرح تھا جو کسی کا گم شدہ جانور ڈھونڈ کر واپس کر دے یا اس کے غرق شدہ سامان کو نکال کر بخوشی اور بہ نیت ثواب اسے واپس دے دے تو ایسے شخص کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس کام پر اجرت لے۔ ہاں اگر وہ اس کام کے کرنے سے پہلے اس شخص سے اجرت طلب کرے تو یہ جائز ہے۔

2: امام ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر (م 774ھ) لکھتے ہیں:

فإن صح إسناده فهو محمول عند كثير من العلماء منهم : أبو عمر بن عبد البر على أنه لما علمه لله لم يجز بعد هذا أن يعتاض عن ثواب الله بذلك القوس، فأما إذا كان من أول الأمر على التعليم بالأجرة فإنه يصح كما في حديث اللديغ.

(تفسیر ابن کثیر ج1 ص81)

ترجمہ: اگر بالفرض اس روایت کی سند صحیح بھی ہو تو وہ بہت سے علماء کے نزدیک جن میں امام ابو عمر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے خالص خدا کی رضا کے لیے انہیں پڑھایا تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے ثواب کے بدلے میں اس قوس کا ہدیہ لینا جائز نہ تھا۔ ہاں اگر شروع ہی سے اجرت پر تعلیم دی ہے تو پھر بلاشبہ یہ اجرت لینا جائز ہے جیسا کہ حدیث لدیغ میں یہ بات بیان ہو چکی ہے۔

جواب نمبر2:

اصحابِ صفہ خود غریب لوگ تھے، خود محتاج وضرورت مند تھے اس لیے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو یہ تاکید کی گئی کہ اصحابِ صفہ کی نوعیت ایسی ہے کہ وہ تمہیں کچھ دینے کے متحمل نہیں ہیں۔ وہ بسا اوقات مروت میں آکر لے لیتے ہیں لیکن بندے کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان سے مال نہیں لینا۔ اس لیے ان سے یہ چیز وصول نہ کیا کرو! چنانچہ امام ابو سلیمان محمد بن محمد الخطابی (م388ھ) لکھتے ہیں:

وأهل الصفة قوم فقراء كانوا يعيشون بصدقة الناس فأخذ الرجل المال منهم مكروه ودفعه إليهم مستحب.

(معالم السنن شرح سنن ابی داوٗد: ج2ص173 باب کسب المعلم)

ترجمہ: اصحاب صفہ فقراء تھے جن کی معیشت کا دارومدار لوگوں کے صدقہ پر تھا اس لئے کسی آدمی کا ان سے مال لینا مکروہ تھا جبکہ انہیں مال لٹانا مستحب تھا۔

تنبیہ:

حضرات محدثین نے ان جیسی روایات کی کئی توجیہات بیان کی ہیں جن کا خلاصہ فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ فاضل دار العلوم دیوبند اور امام اھل السنۃ والجماعۃ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فاضل دار العلوم دیوبند نے یہ بیان کیا ہے:

1: جو روایات ممانعت میں پیش کی جا رہی ہیں وہ صریح و متعین المعنیٰ نہیں۔

2: اگر یہ روایات صریح اور متعین المعنیٰ ہوتیں تو خلفائے راشدین، مجتہدین، فقہاء، علماء ان روایات کے خلاف جواز کا فتویٰ کبھی نہ دیتے۔

3: یہ ممانعت عام نہیں بلکہ اس بندے کے ساتھ خاص ہے جس کا مقصد دینی امور سے صرف دنیا کمانا ہو۔ اگر مقصد دین کی اشاعت ہو تو دیگر روایات کی روشنی میں اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

4: ممانعت کی اکثر روایات ضعیف ہیں۔ اگر کوئی روایت صحیح بھی ہے تو وہ موول (خاص صورتوں پر محمول ہے) یا منسوخ ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج7ص281،280، راہ سنت: ص259)

شبہ نمبر4:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور متقدمین احناف کے ہاں تو دینی امور پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغیانی (ت593ھ) لکھتے ہیں:

وَلَا الِاسْتِئْجَارُ عَلَى الْأَذَانِ وَالْحَجِّ وَكَذَا الْإِمَامَةِ وَتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْفِقْهِ.

(الهدایۃ: ج3ص305 کتاب الاجارات، باب الاجارۃ الفاسدہ)

ترجمہ: اذان دینے اور حج کی اجرت لینا جائز نہیں۔ اسی طرح امامت، اور قرآن کی تعلیم اور فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز نہیں۔

جواب نمبر1:

صاحب ہدایہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغیانی (ت593ھ) متقدمین احناف کا قول نقل کرنے کے بعد یہ لکھتے ہیں:

"وبعض مشايخنا استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لأنه ظهر التوانى فى الأمور الدينية ففى الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوى"

(الھدایہ ج3ص306)

ترجمہ: احناف کے دوسرے بعض مشائخ کے نزدیک اس دور میں تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے کیونکہ یہ ایسا دور ہے کہ لوگ دینی معاملات میں سستی کرتے ہیں تو اگر تنخواہ نہ دی گئی تو قرآن کریم کے ضیاع کا خطرہ ہے احناف کا مفتیٰ بہا قول بھی اجرت کے جواز کا ہے۔

احناف میں سے بعض اگر قائل نہیں ہیں تو بعض قائل بھی ہیں۔ منکرین کا قول آپ کو نظر آیا لیکن قائلین کا قول نظر نہیں آیا۔

جواب نمبر2:

جو لوگ دینی امور پر اجرت کے قائل نہیں تھے تو اس کی بنیاد یہ تھی کہ اس وقت خلافت کے بیت المال میں سے معلمین اور دین کے دیگر شعبوں کی خدمت کرنے والوں کی معاش کا معقول انتظام کیا جاتا تھا لہٰذا اس اجرت کی ضرورت نہیں تھی۔ جب بیت المال کا نظام ختم ہو گیا تھا تو اب معلمین کے معاشی استحکام کی ضرورت محسوس ہوئی اس لیے متاخرین نے اس اجرت کے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ تو متقدمین کے عدمِ جواز کہنے کی وجہ اجرت کا ناجائز ہونا نہیں بلکہ بیت المال سے ضرورت کا پورا ہونا ہے۔

جواب نمبر3:

متقدمین احناف اور متاخرین کے درمیان یہ اختلاف نزاعِ لفظی ہے۔ متقدمین کے قائل نہ ہونے کی بنیاد یہ تھی کہ آدمی پیسوں کی نیت سے پڑھائے اور اجرت کو مقصود سمجھ کر پڑھائے۔ ظاہر ہے کہ یہی غرض ہو تو جائز نہیں اور متاخرین کے ہاں اجرت کی غرض سے نہ پڑھائے لیکن چونکہ اب معاشی ضرورت ہے اس لیے ضرورت کی وجہ سے اجرت لے لے تو جائز ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تعلیم کی غرض یہ ہو کہ مجھے پیسے ملیں گے تو اب درست نہیں اور اگر پڑھایا جائے اللہ کی رضا کے لیے لیکن صرف پڑھائے اور معاش کے لیے دیگر کام نہ کرے تو معاشی استحکام ممکن نہ ہو سکے گا۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ انسان دینی خدمت سے محروم ہو جائے گا۔ تو اب ضرورت کی وجہ سے لینا جائز ہے۔ جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَئُونَةِ أَهْلِي وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ

(صحیح البخاری: ج1ص278 بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ)

کہ میرا کاروبار میرے اہل وعیال کے اخراجات کے لیے کافی تھا، اب میں مسلمانوں کے امور میں مشغول ہو گیا ہوں (اور اس کی وجہ سے اپنا کاروبار جاری نہیں کر سکتا) تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال اس (بیت المال) سے مال سے کھائیں گے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بیت المال کی آمدنی میں اضافہ کرنے، اس کی حفاظت کرنے اور اس کو مسلمانوں کی ضروریات و دیگر مصارف میں خرچ کرنے کے ذریعہ مسلمانوں کی خدمت کرے گا۔

اس سے پتا چلا کہ دینی امور میں مشغول آدمی اجرت لے سکتا ہے تا کہ یک سوئی سے یہ خدمات سر انجام دے۔

جواب نمبر4:

جس طرح حدیثیں دو ہوں؛ ایک صحیح اور دوسری ضعیف۔ حدیثیں دونوں مانی جائیں گی لیکن عمل صحیح پر ہو گا۔ اسی طرح اگر دو قول ہوں؛ ایک مفتیٰ بہ اور دوسرا غیر مفتیٰ بہ تو عمل مفتیٰ بہ قول پر کرتے ہیں۔ احناف کا مفتیٰ بہ قول جواز کا ہے۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

♦ علامہ حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی (ت 710ھ) لکھتے ہیں:

"وَالْفَتْوٰی الْيَوْمَ عَلٰى جَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ لِتَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ."

(کنز الدقائق: ص395)

ترجمہ: اس دور میں فتویٰ اس بات پر ہے کہ تعلیمِ قرآن کی اجرت لینا جائز ہے۔

♦ امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی (ت 743ھ) علامہ عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت پر تفصیلی کلام یوں کرتے ہیں:

"قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَالْفَتْوٰى الْيَوْمَ عَلٰى جَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ لِتَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ) وَهُوَ مَذْهَبُ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنْ مَشَايِخِ بَلْخٍ اسْتَحْسَنُوْا ذٰلِكَ وَقَالُوْا بَنٰى أَصْحَابُنَا الْمُتَقَدِّمُونَ الْجَوَابَ عَلٰى مَا شَاهَدُوْا مِنْ قِلَّةِ الْحُفَّاظِ وَرَغْبَةِ النَّاسِ فِيهِمْ وَكَانَ لَهُمْ عَطِيَّاتٌ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ وَافْتِقَادٌ مِنَ الْمُتَعَلِّمِينَ فِيْ مُجَازَاةِ الْإِحْسَانِ بِالْإِحْسَانِ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ مُرُوْءَةٍ يُعِيْنُوْنَهُمْ عَلٰى مَعَاشِهِمْ وَمَعَادِهِمْ وَكَانُوْا يُفْتُوْنَ بِوُجُوبِ التَّعْلِيمِ خَوْفًا مِنْ ذَهَابِ الْقُرْآنِ وَتَحْرِيضًا عَلَى التَّعْلِيمِ حَتّٰى يَنْهَضُوا لِإِقَامَةِ الْوَاجِبِ فَيَكْثُرَ حُفَّاظُ الْقُرْآنِ, وَأَمَّا الْيَوْمَ فَذَهَبَ ذٰلِكَ كُلُّهُ وَاشْتَغَلَ الْحُفَّاظُ بِمَعَاشِهِمْ وَقَلَّ مَنْ يَعْلَمُ حِسْبَةً وَلَا يَتَفَرَّغُونَ لَهُ أَيْضًا فَإِنَّ حَاجَتَهُمْ تَمْنَعُهُمْ مِنْ ذٰلِكَ فَلَوْ لَمْ يُفْتَحْ لَهُمْ بَابُ التَّعْلِيمِ بِالْأَجْرِ لَذَهَبَ الْقُرْآنُ فَأَفْتَوْا بِجَوَازِ ذٰلِكَ لِذٰلِكَ وَرَأَوْهُ حَسَنًا, وَقَالُوا: الْأَحْكَامُ قَدْ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ. أَلَا تَرَى أَنَّ النِّسَاءَ كُنَّ يَخْرُجْنَ إِلَى الْجَمَاعَاتِ فِى زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِى زَمَنِ أَبِى بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى مَنَعَهُنَّ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاسْتَقَرَّ الْأَمْرُ عَلَيْهِ وَكَانَ ذٰلِكَ هُوَ الصَّوَابُ وَكَانَ الْإِمَامُ أَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ يَقُوْلُ: يَجِبُ الْأَجْرُ وَيُحْبَسُ عَلَيْهَا. وَقَالَ فِى النِّهَايَةِ: يُفْتٰى بِجَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْفِقْهِ أَيْضًا فِى زَمَانِنَا ثُمَّ قَالَ: وَفِيْ رَوْضَةِ الزَّنْدَوَسْتِيِّ كَانَ شَيْخُنَا أَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ الْخَيْزَاخَزِيُّ يَقُوْلُ فِي زَمَانِنَا يَجُوزُ لِلْإِمَامِ وَالْمُؤَذِّنِ وَالْمُعَلِّمِ أَخْذُ الْأَجْرِ"

(تبیین الحقائق: ج5ص126،125)

ترجمہ: صاحبِ کنز علامہ عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس دور میں فتویٰ اس بات پر ہے کہ تعلیمِ قرآن کی اجرت لینا جائز ہے۔" اور یہی موقف ہمارے متاخرین مشائخ بلخ کا ہے۔ متاخرین حضرات نے تعلیم قرآن کی اجرت کو صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارے متقدمین حضرات کا موقف اس بنیاد پر تھا کہ انہوں نے اپنے دور میں دیکھا تھا کہ حفاظ بہت کم تھے لیکن لوگ ان کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوتے تھے، ان حفاظ کو بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی اور تعلیم حاصل کرنے والے طالب علموں کی طرف سے بھی بغیر کسی شرط کے احسان کا بدلہ احسان دیا جاتا تھا جس کی وجہ سے ان حفاظ کی گزر بسر اچھی ہوتی تھی۔ ان مشائخ نے قرآن کریم کے ضائع ہونے کے خوف سے تعلیمِ قرآن کو واجب قرار دیا تھا اور لوگوں کو تعلیم حاصل کرنے پر ابھارتے تھے یہاں تک کہ لوگ اس واجب کو قائم کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے جس کے نتیجہ میں حفاظ کرام بہت زیادہ ہو گئے۔ لیکن جہاں تک آج کا معاملہ ہے تو یہ ساری چیزیں آج ختم ہو چکی ہیں، قرآن کریم کے حافظ اپنی روزی روٹی میں لگ گئے ہیں اور بہت کم حفاظ ہیں جو رضائے الٰہی کے لیے قرآن پڑھانے والے ہیں لیکن ان کے پاس بھی وقت نہیں بچتا کیونکہ ان کی ضروریات اس بات سے مانع ہوتی ہیں۔ اگر اجرت دے کر تعلیم کا سلسلہ شروع نہ کیا جائے تو قرآن کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے، اس لیے بعد کے حضرات نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا اس کو بہت اچھا سمجھا۔ متاخرین یہ بھی فرماتے ہیں کہ زمانے کے مختلف ہونے کی وجہ سے احکام بھی مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جماعت کی نماز کے لیے آتی تھیں یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کر دیا اور معاملہ آج اسی معمول پر قائم ہے۔ یہی بات بہتر ہے۔ امام ابو بکر محمد بن فضل فرمایا کرتے تھے کہ تعلیم قرآن پر اجرت دینا واجب ہے اور اس پر قاری صاحب کو پابند کیا جائے۔ "نہایہ" میں ہے کہ ہمارے آج کے دور میں فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔ پھر فرمایا: "رَوْضَةُ الزَّنْدَوَسْتِيِّ" میں ہے کہ ہمارے شیخ ابو محمد عبد اللہ الْخَيْزَاخَزِيُّ

فرماتے تھے کہ ہمارے آج کے اس زمانے میں امام، مؤذن اور معلم کے لیے تنخواہ لینا جائز ہے۔

- علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی (ت970ھ) فرماتے ہیں:

"أَمَّا علی الْمُخْتَارِ لِلْفَتْوَى فِی زَمَانِنَا فَيَجُوزُ أَخْذُ الْأَجْرِ لِلْإِمَامِ وَالْمُؤَذِّنِ وَالْمُعَلِّمِ وَالْمُفْتِيْ"

(البحر الرائق شرح کنز القائق: ج1 ص268 بَابُ الْأَذَانِ)

ترجمہ: اس زمانہ میں مختار اور مفتیٰ بہا قول کے مطابق امام، موذن، مدرس اور مفتی کے لئے تنخواہ لینا جائز ہے۔

فقہائے احناف کی ان تصریحات کی روشنی میں مفتیٰ بہا قول کو چھوڑ کر غیر مفتیٰ بہا قول جو مخصوص صورتوں کے متعلق ہے اس کو لینا اور یہ کہنا کہ فقہ حنفی کے مطابق بھی دینی امور پر اجرت لینا ناجائز ہے فقہ حنفی کے اصولوں سے نابلد ہونے کی دلیل ہے۔